رئیس احمد جعفری

تنقید و تبصرہ

مجاز ـــــ ایک آہنگ

شائع کردہ مکتبۂ افکار، رابسن روڈ، کراچی۔ ضخامت ۱۵۲ صفحے، سائز ۳۰ × ۲۰/۱۶، قیمت دس روپے، طباعت و کتابت گوارا، کاغذ غنیمت!

خدا غریق رحمت کرے، مجاز اردو زبان کے مایۂ ناز شاعر تھے۔ نئی نسل کے شعراء میں، ان کا مقام سب سے اونچا نظر آتا ہے۔ ان کے کلام میں آمد ہے، روانی ہے، جوش ہے، خلوص ہے، بیباکی ہے، رندی ہے، ہوسناکی ہے، قومیت ہے، وطنیت ہے، اشتراکیت ہے، بہت کچھ ہے، لیکن جس موضوع پر بھی ان کے لب کھلتے ہیں،

فتادہ سامعہ در موج کوثر و تسنیم

ان کے الفاظ میں جوش کا سا بے معنیٰ شکوہ نہیں، وقار اور وزن ہے۔ وہ الفاظ سے نہیں کھیلتے، لیکن ان کے الفاظ کی سحر انگیزی۔ دل و دماغ۔ اور فکر و احساس کو یکساں طور پر متاثر کرتی ہے۔ وہ زندگی کے مسائل سے، ان مسائل کی باریکیوں سے، فلسفۂ حیات سے، اور اس فلسفہ کے پیچ و خم سے زیادہ بحث نہیں کرتے۔ اور اگر کرتے بھی ہیں تو مفکر اور حکیم کی حیثیت سے نہیں صرف ایک شاعر کی حیثیت سے۔ جسے کبھی کبھی خوب زشت، اور زشت خوب نظر آنے لگتا ہے۔ لیکن جو کچھ بھی کہتے ہیں خلوص سے کہتے ہیں۔ اس لیے اثر انگیزی اور سحر طرازی ان کے جلو میں چلتی ہے۔ ان کے سادہ الفاظ، خوشنما ترکیبیں، شگفتہ بحریں، طنز اور حقیقت سے بھرپور خیالات، یہ سب چیزیں مل کر ایسا مجموعہ بن جاتی ہیں جسے اگر صحیفۂ سخن کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

مجاز جب تک زندہ رہے، غم عشق۔ اور غم روزگار کا شکار رہے۔ ان میں سے کوئی ایک غم بھی کچھ جان لیوا نہیں! لیکن جو بدقسمت دونوں میں، اور وہ بھی پوری شدت کے ساتھ مبتلا ہو،

ناامیدی اس کی دیکھا چاہیئے!

غم عشق اور غم روزگار نے انہیں کہیں کا نہ رکھا۔ انہوں نے شراب خانہ خراب کے دامن میں پناہ لی، اور یہی دامن ان کا کفن بن گیا!

ذہنی کش مکش اور عملی ابتلا کے دور میں، مختلف لوگ مختلف راستے اختیار کرتے ہیں۔ ناکامیاں کسی کے سمند عزم پر مہمیز کا کام دیتی ہیں، کسی کو پیکر حزن و یاس بنا دیتی ہیں، کوئی خودکشی کر لیتا ہے، کوئی شرابی بن جاتا ہے۔ ہر سماج زدہ عورت طوائف نہیں بن جاتی، اسی طرح ہر ناکام آرزو، شرابی نہیں بن جاتا۔ جس طرح بہت سی خوش حال عورتیں بغیر کسی مجبوری کے آوارہ ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح بہت سے مطمئن اور آسودہ لوگ غرق مے ناب ہو جاتے ہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ، اگر مجاز شراب پیتے پیتے اس دنیا سے گزر گئے، تو لازمی طور پر اس کا سبب ان کی مایوسی پریشان حالی، اور آشفتہ روزگاری نہیں تھی۔ اس کے کچھ دوسرے عوامل اور محرکات، ——— ذوق طبع، ماحول، ناپختہ تربیت، وغیرہ ——— بھی ہو سکتے ہیں۔ اور غالباً تھے بھی وہی۔ لہذا، مجاز کی افسوسناک موت کو، ایک سماجی مسئلہ بنا کر پیش کرنا زیادتی ہے، اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اختر شیرانی، منٹو، اور مجاز کو نہایت دھاندلی کے ساتھ سماجی شہید ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ حالانکہ ان حضرات سے جو لوگ واقف ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ سوسائٹی نے انہیں سر آنکھوں پر بٹھایا۔ ان کا دامن زر و گوہر سے بھرا۔ انہیں وہ مواقع حاصل رہے جو بہنوں کو نہ مل سکے۔ پھر بھی یہ جام و سبو کے انگاروں سے کھیلتے اور جیب و دامن میں آگ لگاتے رہے۔ ان کے بارے میں بجا طور پر کہا جا سکتا ہے،

خود ہی تو ہم نے اپنا گریباں کیا ہے چاک
آپ ہی سیا سیا نہ سیا پھر کسی کو کیا؟

بہر حال مجاز نے اپنی مختصر سی زندگی میں اردو کو جو سرمایہ دیا ہے، وہ انہیں عرصہ تک زندہ رکھے گا۔

پیش نظر کتاب کو، کتاب کہنا زیادتی ہے۔ درحقیقت یہ کسی رسالہ کا (شاید افکار ہی کا) خاص نمبر ہے جسے بڑے سائز سے چھوٹے سائز میں منتقل کر کے ایک ضخیم کتاب بنا دیا گیا ہے۔ ضرورت تھی کہ مجاز پر، ایک کتاب لکھی جاتی، جس میں تفصیل سے ان کے احوال و سوانح، زندگی سے ان کی جنگ، اور حالات سے ان کا مقابلہ، غم عشق کی تفصیل اور غم روزگار کا ماجرا، شرح و بسط کے ساتھ سنایا جاتا۔ یہ تو متفرق اور مختلف۔ اور سرسری مضامین کا مجموعہ ہے۔ جس سے ایک طائرانہ نظر تو ضرور مجاز پر پڑ جاتی ہے، لیکن ان کی سیرت، شخصیت اور کردار کی کوئی واضح تصویر سامنے نہیں آتی۔ اور یہ تو بڑے ظلم کی بات ہے کہ آدمی دس روپے خرچ کر کے یہ "کتاب" خریدے۔ اور پھر چند رسمی اور سرسری مضامین پر قناعت کرے۔

مضامین کو سرسری اور رسمی میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ۔ حمیدہ سالم (جو مجاز کی بہن ہیں) کے سوا کسی کا مضمون ایسا نہیں ہے۔ جس سے پڑھنے والے کے معلومات و تاثرات میں اضافہ ہوتا ہو۔ جاں نثار اختر، مجاز کے بہنوئی، دوست، اور ساتھی تھے۔ لیکن انہوں نے چند صفحے لکھ کر اپنے سر سے بلا ٹالی ہے، حالانکہ وہ

بہت کچھ لکھ سکتے تھے، اور ان پر حق تھا کہ لکھتے۔ عصمت چغتائی، اور قرۃ العین حیدر کے تاثرات۔ مجاز سے کم سے زیادہ متعلق ہیں۔ سبطِ حسن جو مجاز کے عرصۂ دراز کے رفیق اور رازداں ہیں، صرف مختصر سا "معذرت نامہ" لکھ کر رہ گئے۔ تنقیدی جائزے میں زیادہ تر مختلف اصحاب کے وہ مقالات و مضامین ہیں۔ جو مجاز کے مجموعۂ کلام میں بطور پیش لفظ یا مقدمہ کے، یا کسی دوسری جگہ شائع ہو چکے ہیں۔

تاثرات کے ماتحت، بعض ادیبوں اور نقادوں کے وہ رسمی تاثرات ہیں، جو ایسے مواقع پر بالعموم کم و بیش یکساں لب و لہجہ میں ظاہر کئے جاتے رہتے ہیں۔

انتظار یہ ہیں نام، ملک راج آنند، جذبی، اختر انصاری اور کرشن چندر کے نظر آتے ہیں، لیکن آنند صاحب کا اندازِ بیان وہ ہے کہ

مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

جذبی نے چند سطروں میں، "فرمائشی" مضمون لکھنے سے معذرت کی ہے۔ اختر انصاری، تعلقات و مراسم ہی کے منکر نظر آتے ہیں، اور کرشن چندر نے بھی چند الفاظ میں اس حادثۂ جانکاہ پر صہبا صاحب (مدیر افکار، و مرتب کتاب) سے حقِ تعزیت ادا کر دیا ہے۔

مجاز پر جو ماتمی نظمیں درج کی گئی ہیں، ان میں سراج لکھنوی کے سوا کوئی اور نظم، زبان اور بیان اور خلوص و تاثر کے لحاظ سے کسی خاص پایہ کی نہیں۔

آخر میں چند مادہ ہائے تاریخ وفات ہیں۔ ان میں بے ساختگی صرف حفیظ ہوشیارپوری کے مادۂ تاریخ میں ہے، باقی صرف برائے بیت ہیں۔

"مجاز یئے" کے عنوان سے کتاب کے مرتب نے، مجاز کی بذلہ سنجی، خوش طبعی، اور شوخی و زندہ دلی کے کچھ نمونے درج کئے ہیں۔ اور کوئی شبہ نہیں یہ خاصے دلچسپ ہیں، لیکن آخری لطیفہ وہ ہے جو مختلف شہروں اور مختلف لوگوں کی نسبت سے کم از کم یوپی میں، مجاز کی پیدائش سے بھی پہلے سے زبان زدِ خاص و عام ہے۔ اسے دیکھ کر دوسرے لطائف کا لطف بھی کرکرا ہوا جاتا ہے کہ نہ جانے وہ بھی مجاز کے ہیں یا نہیں؟

اقبال کا سیاسی کارنامہ

ناشر کاروانِ ادب کراچی، ضخامت ۵۳۳ صفحات، قیمت چھ روپے۔

اس کتاب کے مصنف جناب محمد احمد خاں ایم۔ اے ایل ایل بی ہیں، کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ فاضل مصنف نے بڑی دیدہ ریزی اور کاوش سے اقبال کی شخصیت کے سیاسی پہلوؤں کو نمایاں کیا